ایک تبصرہ

نثار احمد فاروقی صاحب

دیوان بیرم خاں خان خاناں

مرتبہ: ڈاکٹر محمود الحسن صدیقی
سید حسام الدین راشدی
ڈاکٹر محمد صابر

ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف سنٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز۔ کراچی۔ ۱۹۷۱ء

صفحات: ۱۲۰ قیمت: پندرہ روپے

انسٹی ٹیوٹ آف سنٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز، کراچی نے ایران کے "جشن دو ہزار پانصد سالہ شہنشاہی" کے موقع پر قدیم متون کی ترتیب و اشاعت کا قابلِ قدر کام شروع کیا تھا۔ زیرِ تبصرہ کتاب اسی سلسلۂ متون کی دوسری کڑی ہے۔

کتاب کے ساتھ بیس صفحات کا مقدمہ انگریزی زبان میں ہے۔ اسے ڈاکٹر محمود الحسن صدیقی نے لکھا ہے۔ بیرم خاں کے فارسی دیوان کا متن سید حسام الدین راشدی نے اور ترکی دیوان کا ڈاکٹر محمد صابر نے مرتب کیا ہے۔

دیوانِ فارسی میں پانچ قصیدے ہیں: پہلا قصیدہ حضرت علی ابن ابی طالب اور دوسرا

حضرت امام رضا (علیہا السلام) کی منقبت میں ہے۔ تیسرا ہمایوں بادشاہ کی مدح میں، چوتھا جلال الدین اکبر اعظم کی ثنا میں اور پانچواں کسی شخص "دریا خاں" کی تعریف میں ہے جسے بیرم خاں "محبوب خویش" بتاتا ہے۔

ان کے علاوہ غزلیں، فردیات، قطعات اور رباعیات ہیں۔ ایک "فتح نامۂ قندھار" اور دوسری سوری خاندان پر ہمایوں کے فتح پانے کی تاریخ ہے جسے محمد عوفی نے خود ہمایوں سے منسوب کیا ہے، لیکن یہ دیوان بیرم کے مخلوطات میں پایا گیا ہے اس لیے بخوبی ممکن ہے کہ اس کا مصنف وہی ہو۔

دیوان ترکی میں کوئی قصیدہ نہیں ہے۔ غزلوں کے علاوہ چند قطعات، رباعیات اور کچھ فردیات ہیں۔ دیوان کے مرتبین نے ممکن حد تک ترتیب متن کے جدید تر تقاضوں کی تکمیل کا لحاظ کیا ہے۔ متن کی اساس وہ مطبوعہ نسخہ ہے جو ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کی طرف سے سر ڈینیسن راس (SAR DENISON ROSS) نے ۱۹۱۰ء میں کلکتہ سے چھاپا تھا۔ اس کے علاوہ برٹش میوزیم کا ایک مخطوطہ بھی مقابلے کے لیے پیشِ نظر رہا ہے۔ کتب خانہ حبیب گنج (مسلم یونیورسٹی : علی گڑھ) میں بھی ایک بیاض ہے جس میں بیرم خاں کا کلام پایا جاتا ہے۔ اس پر ایک سیر حاصل مضمون ڈاکٹر نذیر احمد نے لکھا تھا جو سہ ماہی "فکر و نظر" (جنوری ۱۹۶۳ء) میں چھپا تھا۔ مرتب نے اسی سے فائدہ اٹھایا ہے۔ کلام کی تصحیح اور متن کی تعیین میں معاصر تاریخوں سے بھی مدد لی گئی ہے۔

دیوان ترکی کے متن کی تصحیح میں ڈاکٹر محمد صابر نے نسخہ کلکتہ (مطبوعہ ۱۹۱۰ء) کے علاوہ دو اور مخطوطات سے مقابلہ کیا ہے جو برٹش میوزیم میں محفوظ ہیں۔ کلکتہ ایڈیشن میں اشعار کی کل تعداد ۳۶۶ تھی۔ اب اس میں ۲۲ نئے اشعار کا اضافہ ہوا ہے۔ ڈاکٹر محمد صابر ترکی زبان سے بخوبی واقف ہیں، انھوں نے متن کی تعیین میں ترکی زبان کے چغتائی لہجے کا اتباع کیا ہے اور حواشی میں جا بجا ایسے اشارات درج کیے ہیں جن سے کلاسیکی ترکی اور جدید زبان کے فرق کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ اس موضوع پر اس صدی میں ہونے والی تحقیقات سے بھی انھوں نے صحتِ متن کی تکمیل کی کوشش کی ہے۔

کتاب کے اس حصے کی داد بجا طور پر وہی حضرات دے سکتے ہیں جو ترکی زبان سے واقف ہوں۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر اس کے ساتھ ہی ترکی اشعار کا انگریزی ترجمہ بھی شامل کردیا جاتا تو اس کتاب سے فائدہ اُٹھانے والوں کا دائرہ وسیع تر ہوجاتا۔ مثلاً سرڈینیسن راس کو شعر نمبر ۲۰۲ اور شعر نمبر ۳۰۳ کے پڑھنے میں دشواری پیش آئی تھی اور ان کا متن مبہم رہ گیا تھا۔ اب ڈاکٹر محمد صابر نے ان اشعار کی صحیح قراءت درج کی ہے اور ان دونوں کا انگریزی ترجمہ بھی اپنے مقدمے میں درج کردیا ہے۔ اس میں ایک شعر (نمبر ۳۰۳) کا مفہوم حیرت انگیز حد تک غالب کے اس شعر سے متوارد ہے:

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے؟
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

اگر اس شعر کا انگریزی ترجمہ نہ ہوتا تو تبصرہ نگار کے لیے اس توارد کا اندازہ کرنا ممکن ہی نہ تھا۔ اسی طرح اگر ترکی الفاظ کی ایک مختصر فرہنگ بھی "الفبائی ترتیب" سے شامل ہوتی تو بہت سے لوگ محض اٹکل سے بعض اشعار کا مفہوم سمجھ سکتے تھے۔

ترکی متن سے اس برّصغیر میں لطف اندوز ہونے والے معدودے چند ہی ہوں گے۔ لیکن لسانیاتی نقطۂ نظر سے اس دیوان کی اشاعت بہت اہم ہے۔ اس سے یہ علم ہوجاتا ہے کہ عہدِ ہمایوں و اکبر میں رائج ترکی اور فارسی زبان کا ذخیرۂ الفاظ کیا تھا اور ان میں کتنے الفاظ مشترک تھے اور پھر کون کون سے اُردو زبان کو ورثے میں ملے۔ اس طرح بہت سے الفاظ کی قدیم ترین سند دریافت ہوجاتی ہے۔

لسانیات کے طالب علموں کو بھی اس میں بہت کچھ دلچسپی کا سامان ملے گا۔ مثلاً ایک مصرع ہے:

اشجار دا ہر برگ تری حمد ینگا گویا

بظاہر یہ مفہوم متبادر ہوتا ہے کہ درختوں کا ہر پتّا تری حمد و ثنا بیان کررہا ہے۔ اگر یہ درست ہے تو یہاں "دا" خاص طور پر توجہ طلب ہے۔ کیا پنجابی لہجے میں یہ حرف ترکی زبان سے داخل ہوا ہے؟

بیرم خاں کا انتقال بہت افسوسناک حالات میں ہوا۔ یہ تاریخ کا معلوم واقعہ ہے کہ وہ عہدِ اکبری میں معتوب ہوا تھا۔ اُسے مقاماتِ مقدسہ کی زیارت اور حج کے بہانے ہندوستان سے باہر جانے کی رخصت دی گئی تھی اور وہ غالباً مستقل ہجرت کے ارادے سے اپنا ساز و سامان ساتھ لے کر چلا تھا۔ اس کے ہمراہ سلیم شاہ سوری کی بیوہ بھی تھی جو اپنی لڑکی کو بیرم خاں کے بیٹے سے منسوب کرنے کا ارادہ لے کر حجاز جا رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک افغان نے اس منصوبے کو خاک میں ملانے کے لیے بیرم خاں کو گجرات کے شہر پٹن میں قتل کر دیا۔ اس کی لاش وہاں ایک مقامی قبرستان میں دفن کر دی گئی تھی پھر اُسے دہلی منتقل کیا گیا اور سترہ سال کے بعد (۱۵۷۷ء) اس کا تابوت مشہدِ مقدس میں سپردِ خاک کرنے کے لیے دہلی سے بھیجا گیا۔

یہاں یہ تذکرہ کرنا بے محل نہ ہوگا کہ بیرم خاں شیعی عقائد رکھتا تھا اور اسی نے ہمایوں بادشاہ کو بھی ان عقائد کی طرف مائل کیا تھا۔ یہ اس لحاظ سے ایک کامیاب ڈپلومیسی تھی کہ اس طرح ہمایوں کو شاہ طہماسپ صفوی کی پوری ہمدردی حاصل ہو سکی اور بیس سال کے بعد ایرانی فوج کی عملی مدد سے ہندوستان کو دوبارہ فتح کر کے مغل سلطنت کی نئی بنیاد گذاری ممکن ہوئی۔ اکبرِ اعظم نے بعد کو بیرم خاں کی بیوہ سے عقد کر لیا تھا اور اسی وجہ سے عبدالرحیم خاں خاناں نے شاہی محل میں پرورش پائی تھی۔

امام موسیٰ رضا علیہ السّلام کے آستانے سے بیرم کو خصوصی عقیدت تھی اور وہ ہمیشہ نہایت بیش قیمت تحائف وہاں کے مجاوروں کو بھیجا رہتا تھا۔ خود آستانِ مقدس پر اس نے جواہرات سے جڑا ہوا ایک علم چڑھایا تھا۔ اسی روضے کے جوار میں اس کا مقبرہ تعمیر کیا گیا۔ اور قبر کے سرہانے ایک پتھر پر بیرم خاں کا لکھا ہوا قصیدہ "در مدح حضرت علی ابن ابی طالبؑ" کندہ کر کے لگا دیا گیا جس کے یہ چند اشعار اپنے لطف و اثر اور شکوہ و جلالت کے اعتبار سے یہاں درج کرنے کے قابل ہیں:

شہے کہ بگذرد از نہ سپہر افسر او
اگر غلام علی نیست خاک بر سر او

در مدینۂ علم آنکہ از کمال شرف
فتادہ اندسراں ہمچو خاک بر در او
بعہد ہیچ پیمبر کسے نبود کہ بود
برادر و خسرو ابنِ عم ـــــ پیمبر او

آخر میں بطور دعا کہتا ہے:

شہا ــ غلام تو بیرم کہ از عنایت تست
کہ گشتہ سلطنت ظاہری میسر او
ولے بخاک جناب تو روئے خویش نسود
ازاں چہ سود کہ بر چرخ سود افسر او

غرض دیوانِ بیرم خاں کا یہ اڈیشن بہت سلیقے سے مرتب ہوا ہے۔ اس طرح یہ نہ صرف برصغیر کے فارسی وترکی ادبیات کا ایک قابلِ قدر خزینہ ہے بلکہ عہدِ مغلیہ کی تاریخ، ہند ایرانی روابط اور ادبی موضوعات کے ارتقاء پر کام کرنے والوں، یا اُردو زبان کے قدیم ترین ورثے کا لسانیاتی تجزیہ کرنے والوں کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

اخبار التنزیل

قرآن اور حدیث کی پیشین گوئیاں

تالیف: مولانا الحاج محمد اسماعیل صاحب سنبھلی

اس کتاب میں قرآنِ پاک اور فرمودات نبوی کی پیشین گوئیاں پُراثر انداز میں جمع کردی گئی ہیں۔ قرآن مجید اخبارِ غیب کا حامل ہے اس کی یہی خصوصیت اس کے کلامِ الٰہی ہونے کے دلائل میں ایک روشن دلیل بلکہ برہان قاطع ہے۔ ان کے مطالعہ سے ایمان میں تازگی، پختگی اور قرآن کے کلامِ الٰہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت میں یقین واذعان پختہ ہوگا۔ تقطیع متوسط ۲۲×۱۸/۸ صفحات ۱۴۴ قیمت بلا جلد -/۵ مجلد -/۶

ملنے کا پتہ: ندوۃ المصنفین اُردو بازار جامع مسجد دہلی ۶